فرہنگ گذشتہ لکھنؤ کی تحقیقی اغلاط پر ایک نظر

ثوبیہ منظور
خضریٰ تبسم

Abstract:

The Guzashta-e-Lukhnow is an important cultural milestone in Urdu literature side by side with Delhi. This is the sixth time that Dr. Ikram Chughtai has edited this cultural history of Sharar. He has tried to make it more authentic than the previous versions in terms of research, but the dictionary included in the book has made this research work eclipsed. MazharMehmood Sherani, in his long essay, has strongly criticized his research based book;this article is based on Dr. Sheranis long essay and focuses on the errors which have created a ridiculous situation.

دنیا کی کوئی بھی زبان اپنے خاص ذخیرۂ الفاظ سے تہی نہیں ہوتی۔ شعبہ لسانیات زبانوں کو مختلف درجات میں تقسیم کر کے دیکھتا ہے اور اس زبان کی تشکیل، ارتقا اور ترقی کے امکانات پر نظر رکھتا ہے۔ جو زبان اپنا وجود برقرار رکھتی ہے اسے زندہ زبانوں میں شمار کیا جاتا ہے اور زبان کے وجود کا انحصار اس کے بولنے والوں کی تعداد، ادب اور ذخیرہ الفاظ پر ہوتا ہے۔ زندہ زبانیں لچک دار قرار دی جاتی ہیں یعنی وہ دیگر معاصر زبانوں سے اخذ و تاخیز کا سلسلہ جاری رکھتی ہیں۔ زبانوں کی اخذ پذیری زیادہ تر الفاظ کی رہین منت ہوتی ہے۔ چنانچہ کسی بھی زبان کے ترقی یافتہ ہونے میں اس زبان کے ذاتی الفاظ کے علاوہ دوسری زبانوں کی لفظیات کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ ظاہر ہے دیگر زبانوں کے الفاظ بسا اوقات حقیقی معنی اور بسا اوقات مجازی یا اصطلاحی معنی میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ ویسے بھی ایک زبان میں ایک لفظ کے کثیر معنی پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا ایک عام قاری کی سہولت کے لیے کسی زبان میں مروج الفاظ کو کسی خاص اصول یا ترتیب کے مطابق یکجا کر لیا جاتا ہے۔ ایسے مجموعہ الفاظ کو لغت کہا جاتا ہے جس کے لیے ہر زبان میں الگ الگ الفاظ رائج ہیں۔ فیروز اللغات میں لغت کا مطلب یوں درج ہے: ”حروفِ تہجی کی ترتیب کے مطابق مرتبہ مجموعہ الفاظ جس میں ہر لفظ کے مقابل اس کے معنی اسی زبان میں یا کسی دوسری زبان میں درج ہوں۔ جمع لغات“[۱]

اسی طرح انگریزی میں لغت کو Dictionary کہتے ہیں۔ جس کا مطلب مختلف لغات میں یوں ہے: اوکسفرڈ انگلش اردو ڈکشنری کے مطابق:

''(1) لغت: کتاب اللغات جس میں الفاظ) عموماً ترتیب تہجی کے ساتھ (اوران کے معنی یا کسی دوسری زبان میں ان کے مترادفات درج ہوتے ہیں۔ فرہنگ ،قاموس (2) کسی موضوع پر کوئی حوالے کی کتاب جس میں ترتیب تہجی سے اندراجات کیے جائیں۔''۲

فرہنگ آصفیہ میں لغت کی ذیل میں یہ درج ہے:

''لغت (ع) اسم مذکر: (1) کسی قوم کی زبان۔ بولی۔ بھاشا۔ وہ اصوات وکلمات جس کے وسیلہ سے آدمی اپنے مطالب واغراض کو بیان کریں۔ (2) وہ الفاظ جن کے معنی مشہور نہ ہوں (3) لفظ،شبد،کلمہ مفرد، ورڈ (4) ڈکشنری،کوش،کتاب لغت،فرہنگ۔''۳

لغت کے مفاہیم کی تعداد میں اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے جو سوائے غیر ضروری طوالت کے اہمیت نہیں رکھتا۔ فرہنگ کے حوالے سے دو آرا ملاحظہ ہوں۔قومی انگریزی اردو لغت میں درج ہے: ''فرہنگ اور کتاب لغت، کسی موضوع یا کسی کتاب کے دقیق الفاظ اصطلاحات وغیرہ کی فہرست اور ان کے معانی، حاشیہ، شرح۔''۴

روایتی لغات میں عموماً لغت اور فرہنگ کو ایک ہی ذیل میں رکھا جاتا ہے۔ صاحب فرہنگِ اقبال نے دیباچے میں لغت یا فرہنگ کے الفاظ استعمال کر کے تکنیکی تفریق کو ختم کر دیا ہے جب کہ ڈاکٹر گیان چند کی رائے لغت اور فرہنگ کے فرق کو یوں واضح کرتی ہے:

'' فرہنگ میں لفظ کے وہی معنی دیے جائیں جو متن میں مراد ہیں دوسرے مفاہیم درج نہ کیے جائیں۔ فرہنگ عام لغات نہیں۔ یہ ایک متن سے متعلق خصوصی لغات ہے۔ معنی صحیح صحیح دیے جائیں یہ نہیں کہ متن کا سیاق وسباق دیکھ کر اندازے سے لکھ دیے جائیں۔''۵

لغت اور فرہنگ کے مابین علمی تفاوت کی وضاحت کے بعد ''گذشتہ لکھنؤ'' مرتبہ اکرام چغتائی کی آٹھ صفحات پر مشتمل فرہنگ میں شامل الفاظ کی وضاحت میں فاضل مرتب کی مجرمانہ توضیحات کا محاکمہ پیش نظر ہے جو ہر لفظ کے ساتھ ساتھ قارئین کے مطالعے اور معلومات میں ہوشربا اضافے کا باعث ہوگا۔ اکرام چغتائی نے ''گذشتہ لکھنؤ'' کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا جس کا چھٹا حصہ فرہنگ پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ۲۰۰۶ء میں سنگ میل پبلی کیشنز لاہور سے طبع ہوئی جس کی آرائش پر ادارے نے خاص توجہ رکھی لیکن تحقیقی اعتبار سے اس کتاب میں راہ پا جانے والے اسقام پر ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی کی توجہ زیادہ وقیع ہے۔

فرہنگ کے اس باب میں ایسے الفاظ جمع کیے گئے ہیں جو اب متروک ہو چکے ہیں یا قلیل الاستعمال قرار دیے جاتے ہیں۔ الفاظ کی اس جمع آوری کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ قاری کو دوران مطالعہ متن کی تفہیم میں مشکل درپیش

آ ئے تو وہ ان وضاحتوں سے مستفید ہو سکے۔اگر ان توضیحات میں مطالب و معانی کا اندراج غلط ہو جائے یا موقع محل سے مطابقت نہ ہو تو قاری کے گمراہ ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی نے کتاب کے دیباچے میں سے اکرام چغتائی کے اس بیان کہ اس فرہنگ کی تیاری میں دیرینہ محبّ اور زبان شناس محمد سلیم الرحمٰن صاحب نے بھی ماہرانہ اعانت فرمائی کو خاص اہمیت دی ہے لکھتے ہیں:

''محمد سلیم الرحمٰن صاحب کو چغتائی صاحب نے ناحق بدنام کیا۔میں یہ بات ایک لمحے کے لیے بھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ اغلاط کی یہ کھتونی یعنی فرہنگ' گذشتہ لکھنؤ' محمد سلیم الرحمٰن صاحب جیسے بالغ نظر شخص کی 'ماہرانہ اعانت' سے تیار کی گئی ہے۔اگر ایسا ہوتا تو اس میں موجود فاحش اغلاط ہرگز نہ پائی جاتیں۔''۶

ایک اور خامی جس کی طرف ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی نے اشارہ کیا ہے اور یقیناً تحقیقی معیار پر اسے فاحش لاپرواہی قرار دیا جائے گا وہ بھی ڈاکٹر مظہر محمود کی زبانی سنیے۔

"فرہنگ......میں دیے گئے الفاظ کے آگے متن کا متعلقہ صفحہ نمبر درج نہیں کیا گیا اس سے یہ دقت پیدا ہوتی ہے کہ لفظ کو اس کے سیاق و سباق میں دیکھنے کے لیے پوری کتاب کھنگالنی پڑتی ہے۔''۷

ڈاکٹر مظہر نے فرہنگ ہذا کا سرسری جائزہ لے کر ان میں سے چیدہ چیدہ اغلاط کو قارئین کی نظر کیا ہے۔مضمون میں ۴۳ اغلاط کی نشان دہی اور ان کی علمی توجیہہ پیش کی گئی ہے۔اگر چیدہ چیدہ ۴۳ ہیں تو غالب گمان ہے کہ بقیہ فرہنگ بھی اسی طرح اغلاط سے پر ہوگی۔یہاں شاملِ مقالہ سبھی اغلاط اور ان کی وضاحت باعثِ طوالت ہو گی لہذا ان چیدہ چیدہ اغلاط میں چند ایک کو ہی موضوع بنایا گیا ہے۔

اتو کرنا:

اکرام چغتائی نے اپنی مرتبہ فرہنگ میں " کپڑے پر زینت کے لیے نقش بنانا " کے معنی درج کیے ہیں جو کہ متن کے سیاق و سباق میں مضحکہ خیز صورت پیدا کر دیتے ہیں۔متن کا جملہ ملاحظہ ہو:''بیٹر کی لڑائی مرغ سے ملتی ہوئی ہے۔چونچ سے کاٹتا اور پنجوں سے لات مارتا ہے۔چونچ سے حریف کے منہ کو زخمی اور اتو کر دیتا ہے۔''۸

ظاہر ہے کہ یہاں مرتب نے لغوی معنی دیے ہیں جب کہ اتو کرنا محاورہ ہے اور محاورے میں ہمیشہ مجازی معنی استعمال کیے جاتے ہیں۔فیروز اللغات میں ص ۶۵ پر اتو کرنا کے جو معنی درج ہیں ان میں' کھال ادھیڑ دینا، بہت مارنا' بھی شامل ہیں۔ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی کا تبصرہ بہت معنی خیز ہے۔جس کے بعد ایک لفظ کی بھی گنجائش باقی نہیں بچتی۔ملاحظہ ہو:'' اب ظاہر ہے کہ یہاں اتو کرنے سے مراد کھرونچے مارنے اور خراشیں ڈالنے سے ہے ورنہ بٹیر ایک دوسرے کے کپڑوں پر نقش و نگار تو بنانے سے رہے۔''۹

اوگھی:

''ہندی میں اس لمبے چابک، ہنٹر یا رسی کو کہتے ہیں جسے چکر دے کر پھٹکارنے سے زور کی آواز آتی ہے۔ گھوڑوں کے سدھانے اور پرندوں کے اڑانے میں کام آتی ہے۔''۱۰

فرہنگ میں اکرام چغتائی نے اوگھی سے جو مراد لی ہے وہ ملاحظہ ہو: ''اوگھی کارچوبی کام کے ان مختلف قطع کے ٹکڑوں کو کہا جاتا ہے جو زنانے یا مردانے جوتوں پر لگائے جاتے ہیں۔''۱۱

ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی نے تو ان معنوں پر تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی لیکن مرتب کی ایک اور فاحش لاپرواہی صرف فیروز اللغات اردو کے صفحہ ۱۴۵ کے مذکورہ لفظ کے بعد اگلے لفظ کو دیکھ کر نظر آ جاتی ہے۔ اوگی (اَو۔گی) (ہ۔ا۔مث) کارچوبی جوتے کا پنا۔ مخملی جوتے کا کامدار پنا۔۱۲

شاید فاضل مرتب نے جلدی میں یا اس کے کسی علمی معاون نے لاپرواہی میں لغت میں سے مناسب لفظ کا مفہوم نہیں دیا۔

پشتک مارنا:

صراحت سے پہلے متن کی عبارت دیکھیے: ''جیسے ہی شیر جست کر کے اس پر آیا، اس نے اس طرح اگلا جسم جھکایا کہ شیر پشت پر گرا......ساتھ ہی گھوڑے نے اس زور سے پشتک ماری کہ شیر قلابازیاں کھاتا ہوا دور جا گرا۔''۱۳

اردو کی تمام لغاتوں میں پشتک مارنا، دولتی مارنا اور جھاڑنے کے مترادف بتایا گیا ہے جب کہ متن میں ایسی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ دولتی پیچھے کی طرف موجود شے کو ماری جاتی ہے جب کہ 'پشتک' وہ حرکت ہے جو رہوار اپنی پیٹھ/پشت پر سوار کو گرانے کے لیے استعمال کرتا ہے جیسے شیر جست کر کے گھوڑے پر آیا۔ ظاہر ہے شیر گھوڑے کی دولتی کی زد سے باہر پشت پر سوار تھا۔ اس طرح دولتی مارنے کا مفہوم متن سے مطابقت نہیں رکھتا۔ ایک اور غلطی گھوڑے کی (پشتک) کا دولتی پھینکنا فاضل مرتب نے کی۔ دولتی پھینکنا کسی بھی طرح صحیح نہیں ہے۔ دولتی مارنے کے لیے صحیح فارسی مصدر'' جفتک زدن'' یا'' جفتہ زدن'' جب کہ ''پشتک زدن'' کا درست اردو ترجمہ'' کاندھی دینا'' ہے۔ دلیل کے طور پر سودا کی ہجو ''در ہجو اسپ'' کا بند ملاحظہ ہو۔

''فلک نے چھین کے گھوڑا جو مجھ کو گھوڑی دی
جو مثل بخت نگوں ہے پٹکنے کے در پے
سوار ہو کے جو آقا کے کام کی خاطر
کروں ہوں لات تو پشتک ہے اور کاندھی ہے ۱۴

شر نے پشتک مارنا مذکورہ وضاحت یعنی انہی خاص معنوں میں استعمال کیا ہے جب کہ اکرام چغتائی نے پشتک مارنا کے معنی میں گھوڑے کی دولتی پھینکنا درج کر کے یقیناً اپنی لاعلمی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

پھٹکی:

اکرام چغتائی صاحب نے اس لفظ کو پھٹکی سمجھا اور فرہنگ میں ''وہ گتھی جو خشک سفوف کے گھولنے میں پڑ جاتی ہے۔ایک چھوٹا سا پرندہ سمجھا لیکن مرتب موصوف اگر لغت کا سہارا لے لیتے اور متن کو بھی پیش نظر رکھتے تو یہ معنی سامنے آتے۔'' پھٹکی (ہ۔مونث) (1) (چڑی ماروں کی ٹوکری یا جال (2) شکاریوں کا پنجرا (3) ایک قسم کا بڑا پنجرا (4) کھٹکا جو میوہ دار درختوں پر پرندوں کو ڈرانے کے لیے لگاتے ہیں۔''۱۵

متن میں جو عبارت درج ہے وہ بٹیر پکڑنے کے سلسلے میں ہے۔عبارت دیکھیے: ''صبح ہوتے ہی وہ سب طرف سے ہنکا کے جال کی طرف بھگائے جاتے ہیں جس میں پھنستے ہی پکڑ پکڑ کر پھٹکیوں میں بند کر لیے جاتے ہیں۔''۱۶

اس وضاحت کے بعد اکرام چغتائی کی فرہنگ میں درج مفہوم کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔اس کا فیصلہ قاری بہتر طور پر کر سکتا ہے۔

ٹرا۔ٹرے دار:

اس لفظ کے مفہوم کے بیان میں مرتب نے انتہائی لاپرواہی کا مظاہرہ کیا ہے۔فاضل مرتب نے متن کے سیاق و سباق کو نظر انداز کر کے لغت کے معنی درج کر دیے اور حقیقی معنی کے ساتھ مجازی معنوں کو بھی غلط سمجھا۔ وضاحت سے پہلے متن میں سے اس لفظ کے استعمال کے دو جملے ملاحظہ ہوں: ''......ایک خاص قسم کا بنا ہوا تمبا کو جس کی صورت ٹرے دار باروت کی سی ہوتی ہے......''۱۷

مرتب موصوف نے فرہنگ میں ''بدمزاج، شریر، سرکش اور اکھڑ'' کے معنی درج کیے ہیں۔ جو "ٹ" پر زبر پڑنے سے نکلتے ہیں جب کہ یہاں پر "ٹ" مضموم ہے جس کا مطلب نوراللغات میں یہ ہے۔

''ٹرا (ہ۔ بالضم) (مذکر۔ دانہ۔ بارود کا دانہ۔ چھوٹا سنگریزہ۔ چھوٹا کنکر۔ سپاری کا چھوٹا ٹکڑا۔ ٹرا اناج، باجرے، موٹھ، جوار وغیرہ کو کہتے ہیں۔''۱۸

ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی نے ان الفاظ کی توضیح میں مزید وضاحت کر کے یوں قاری کی تشفی کی ہے: ''اس کا حرف اول یعنی 'ٹ' مضموم ہے یعنی ٹرا، ٹرے اور ٹریدار۔ ٹرا، دانے یا 'ننھی سی کنکری' کو کہتے ہیں اور زیر نظر متن میں انہی معنی میں لایا گیا ہے۔''۱۹

جھل جھل:

یہ لفظ عام لغات میں معدوم ہے۔ اردو لغت بورڈ کی مرتبہ میں یہ معنی درج ہوئے ہیں: "پتنگ کی دم "اور یہی معنی اکرام چغتائی نے اپنی فرہنگ میں شامل کر دیے ہیں۔

لکھنؤ میں پتنگ بازی کا مشغلہ اہم سماجی تفریح کے طور پر لیا جاتا تھا۔ شوقین مزاج زرِ کثیر خرچ کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔ ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی نے 'جھل جھل' کا پتنگ کے ساتھ تعلق اور اس کی تہذیبی حیثیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''پتنگ کے ساتھ لہرانے والی کاغذ کپڑے یا فیتے وغیرہ کی دم کو جھل جھل نہیں کہا جاتا اس کے لیے آب و تاب، جگمگاہٹ اور چکا چوند لازمی حیثیت رکھتی ہے۔ اس قسم کے متعدد الفاظ اردو میں رائج ہیں اور سب میں چمک دمک شرطِ لازم ہے جیسے جھلا جھل، جھلا بور، جھلا جوک، جھلملی، جھلجھنا، جھلجھلانا، جھلجھلا، جھلجھلاہٹ وغیرہ۔ کتاب کے متن پر غور کرنے سے میری گزارش کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ دراصل تکل نے قندیل (آکاس دیا) یا روشن پتلا اڑانے کا رواج اٹھا دیا تھا۔ جس کی روشنی صرف رات کو نظر آتی تھی۔ پتنگ دن کو بھی اڑائی جا سکتی تھی لیکن اس میں روشنی کا لطف نہ تھا۔ اس کمی کو دور کرنے کے لیے لکھنؤ کے شوقین مزاجوں نے پتنگ پر سنہری روپہلی جھالر اور طلائی مقیش کے تاروں سے آرائش کا اہتمام کیا۔ اس کے لیے جھل جھل کی اصطلاح رائج ہوئی۔ وجہ تسمیہ یہ کہ سورج کی روشنی میں اس جھالر اور پھندنوں کی جگمگاہٹ قندیل کی روشنی کو مات کرتی تھی۔ جھل جھل ٹھڈے کے نچلے سرے یعنی پتے کی جگہ پر چسپاں کی جاتی تھی۔ اس سے پتنگ کا توازن بھی درست رہتا تھا۔ جب جھل جھل کا رواج اٹھ گیا تو پتا لگایا جانے لگا۔ جھل جھل اور پتے کو پتنگ کا نچلا کونا کہا جا سکتا ہے، دم نہیں۔''[۲۰]

یہ طویل اقتباس بہتر تفہیم کے لیے ضروری تھا کیوں کہ متن میں شرر نے جو تفاصیل بیان کی تھیں۔ ان کی بھرپور عکاسی ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی ہی کر سکتے تھے۔ متن کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

''اعلیٰ درجے کی تکل کا نام پتنگ مشہور ہوا جس کا ٹھڈا مرشد آبادی بانس کا ہوتا جس میں اسی (80) روپے کی لاگت آتی، بیس روپے کی جھل جھل ہوتی، دو روپے کا کاغذ اور پانچ روپے بنوائی پڑتی غرض ایک سو سات روپے میں ایک پتنگ تیار ہوتا......نواب آصف الدولہ کی تکل میں پانچ روپے کی مقیش کی جھل جھل ہوتی جو لوٹ کے لاتا اسے پانچ روپے دے کے تکل لے لی جاتی اور نہ لاتا تو بھی جہاں چاہتا جھل جھل پانچ روپے کو بیچ لیتا۔''[۲۱]

یعنی کپڑے یا پتنگ پر چاندی یا سونے کی مقیش بک جایا کرتی تھی۔ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی کی علمی عبقریت کا تسلسل متعلقہ موضوع کے حوالے سے جاری ہے۔کپڑے پر طلائی اور نقرئی مقیش کے ضمن میں اساتذہ کے دو شعر ملاحظہ ہوں:

کو کا جی دیکھو میری دوگا ناپہ کیا پھبی پشواز اودی اور جھلا جھل کی اوڑھنی

(انشااللہ خان)

لب تالاب ہے ایسی جھلا جھل گویا باندھے ہیں مقیشی مسلسل

(شاہ حاتم)

جب کہ پتنگ کے حوالے سے واجد علی شاہ کا یہ شعر ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی کی توضیحات پر مہر استناد ثبت کر دیتا ہے۔

دستِ نازک سے بڑھایا تو نے جب اپنا پتنگ واہمہ میرا تری تکل کی جھل جھل ہو گیا [۲۲]

(واجد علی شاہ)

پس 'جھل جھل' کو پتنگ کی دم کہہ دینے سے مطلب واضح نہیں ہوتا۔ماہرین لغت اور فنِ تحقیق سے متعلق علما کو لفظوں کے مخصوص معنی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔بصورتِ دیگر غلط فہمی کا احتمال لازم ہے۔

سمنک:

گیہوں کا اندرونی حصہ جو ابال کر نکالا جاتا ہے۔اس لفظ کے ساتھ بھی وہی سانحہ درپیش ہے جو مرتب موصوف نے مذکورہ بالا امثال کے ساتھ کیا یعنی متن کی مناسبت سے معنی دینے کی بجائے لغت کے معنی دے دیئے جو کہ حقیقی طور پر متن کا ساتھ نہیں دیتے۔ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی ''سمنک'' کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

> ''سمنک سوہن حلوے کا جزوِ لازم ہے اور اس کا سوندھاپن اسی کی دین ہے۔یہ گیہوں سے تیار کردہ خاص قسم کا نشاستہ ہوتا ہے۔اس کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ ضرورت کے مطابق گندم لے کر اسے نم کر دینے کے بعد گیلے کپڑے میں لپیٹ کر چھوڑ دیتے ہیں۔دو تین روز میں یہ پھوٹنے لگتی ہے۔جب سب دانے پھوٹ جاتے ہیں تو اسے خشک کر کے پیس لیتے ہیں اور کپڑ چھن کر کے سمنک نکال لیتے ہیں۔ابلی ہوئی گندم کے پھوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' [۲۳]

غیر مخیط: (جس کے دماغ میں خلل نہ ہو)

فاضل مدون نے اس لفظ کے بیان میں جس اعلی درجے کی تحقیقی لاپرواہی کا ثبوت دیا ہے اس پر ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی اپنے مزاج کے خلاف جا کر دو جملے لکھتے ہیں حالانکہ ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی کی سنجیدگی اور متانت ان کی

تحریروں میں واضح نظر آتی ہے۔ مرتب نے ''غیر مخیط'' کا معنی '' جس کے دماغ میں خلل نہ ہو'' لکھے ہیں۔ جس کے ردعمل میں ڈاکٹر مظہر لکھتے ہیں: ''فاضل مرتب کے یہ معنی دینے پر اس نیم خواندہ مولوی صاحب کی مثال یاد آتی ہے جنھوں نے ایک شاگرد کے استفسار پر ظلمات کے معنی مرغی بتائے تھے۔'' ۲۴ اور بقول مرتب: ''اگر ساڑھی کے دماغ میں خلل نہ ہوتا تو کیا شلوار کے دماغ میں ہوتا۔'' ۲۵

ظاہر ہے ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی کا اسلوب یہ نہیں اور یہ ردعمل اس لیے زیادہ سخت محسوس ہوتا ہے کہ ڈاکٹر مظہر کو اکرام چغتائی صاحب سے اس درجہ تحقیقی لاپرواہی کی امید نہیں تھی۔ یہ لفظ ساڑھی کے لیے بطور صفت استعمال ہوا تھا کیوں کہ وہ ان سلی ہوتی ہے اور 'غیر مخیط' کا معنی بھی ان سِلا کپڑا ہے۔

کاچھ کرنا:

(بدلحاظی کرنا، جماع کرنا) مرتب نے اس کے دو معنی دیے ہیں۔ (1) بدلحاظی کرنا، (2) جماع کرنا

ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی نے ایک بار پھر اکرام چغتائی کو 'نہایت غیر ذمہ دار' کے لقب سے نوازا ہے۔ لفظ کاچھ کے ساتھ تین محاورے ملتے ہیں: کاچھ کرنا، کاچھ کھولنا، کاچھ کچھنا، کاچھ کرنا کا مطلب چننا یا چھانٹنا کے ہیں۔ چھاچھ سے مکھن اتارنے یا دودھ سے بالائی اتارنے کے معنی دیتا ہے اور شرر نے بھی انھی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ پہلے متن ملاحظہ ہو: '' وہاں کریم اس کا نام ہے کہ دودھ تھوڑی دیر رکھا رہے اور جب دہنیت کا سفید اور لطیف حصہ اوپر آجائے تو کاچھ الگ کر لیا جائے۔'' ۲۶

اب بدلحاظی کسی بھی صورت متن سے مطابقت نہیں رکھتی البتہ جماع کرنا، کاچھ کھولنے کے معنی میں ضرور ملتا ہے۔ کاچھ ہندی میں جانگ کو کہتے ہیں اور کاچھ کھولنے کے مطلب: '' کاچھ کھولنا (ہ۔ محاورہ) (1) (ننگا ہونا، لنگوٹا کھولنا، ازار بند کھولنا۔ لہنگا اتارنا (2) بے حیا اور بے شرم بننا (3) جماع کرنا'' ۲۷

اب قاری ان معنی کو ذہن میں رکھ کر متن کا مطالعہ کرے تو اس کا کیا نتیجہ ہو؟

گندہ:

یہ لفظ مدون کی علمی لاپرواہی پر اعلیٰ درجے کا سوال ہے۔ فرہنگ کی تیاری اکرام چغتائی اور محمد سلیم الرحمٰن کی ماہرانہ اعانت کے طفیل قرار دی گئی۔ متن میں اس لفظ پر جب باقاعدہ اعراب کا اہتمام کیا گیا ہو اور فاضل مرتب پھر بھی اس کی عامیانہ وضاحت کرے تو ایسی غلطی پر کوئی نہ کوئی حد مقرر ہونی چاہیے۔ لفظ گندہ بمعنی ''گندھا ہوا، ہاتھ سے بنا ہوا، دبیز کپڑا'' اور متن میں بھی اسی معنی کو ثابت کرتا ہے۔ جب کہ اکرام چغتائی صاحب نے اسے گندہ کر کے (نجس، ناپاک، غلیظ، بدبودار، سڑا ہوا، چڑچڑا، برا، بد) اتنے معنی دینے کا خواہ مخواہ تردد کیا۔ یہاں گ مضموم تھی نہ کہ مفتوح۔

لچکا:

اس لفظ کی صراحت سے قبل ''گذشتہ لکھنؤ'' کے متن کا متعلقہ جملہ دیکھیے: '' یہ خوان پوش بڑی سرکاروں میں لازمی طور پر اطلس اور کم خواب یا زربفت کے ہوتے تھے اور کبھی فقط لچکا ٹانک دیا جاتا یا کارچوب کا کام ہوتا۔'' ۲۸

اس ضمن میں اکرام چغتائی کی وضاحت دیکھیے: ''لچکا، جھٹکا، ہچکولا، موچ، چک'' ۲۹

اتنے غیر متعلق معنی دینے پر ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی کا سر پیٹنا روا ہے۔ متن میں مصنف کی مراد بھی گوٹے کناری کی ایک قسم سے تھی نہ کہ لچک مٹک سے...... تحقیق کے قاری اور علما سمجھ دار ہیں۔

لقلقہ:

اکرام چغتائی نے مذکورہ بالا الفاظ کی طرح اس لفظ کے مفاہیم بیان کرنے میں اپنی سابقہ روایت کو برقرار رکھا ہے۔ متن میں موجود لفظ کو روایت کے ساتھ دیکھنے کی بجائے براہ راست لغت کی وساطت سے معنی لکھ دیے گئے شرر نے رشتہ کرانے والی خواتین کی چرب زبانی کے باب میں جو جملہ لکھا تھا وہ دیکھیے: '' حسن و جمال، ناز و انداز اور خوبی و رعنائی کے بیان میں ایسے لقلقے باندھ دیتی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے جس لڑکی کا ذکر کر رہی ہیں وہ کوہ قاف کی پری یا شہزادی بدر منیر ہے۔'' ۳۰

ظاہر ہے یہاں 'لقلقہ باندھنا' لکھنؤ کا محاورہ قرار پاتا ہے۔ جب کہ فاضل مدون 'لقلقہ' کے لغوی معنی دینے پر اکتفا کر بیٹھے ہیں۔ 'لق لق' سارس کو کہتے ہیں۔ اسی نسبت سے اس کی آواز لقلقہ ہوئی اور جب بہت سے سارس مل کر بولتے ہیں تو بے انتہا شور ہوتا ہے۔ اس مسلسل قیں قیں کرنے کو 'لقلقہ باندھنا' کہتے ہیں۔ فرہنگ میں موجود تمام الفاظ بعینہ فیروز اللغات میں بھی مرقوم ہیں اور البتہ 'سارس کے زور سے بولنے کی آواز' کو نجانے کیوں اکرام چغتائی نے حذف کر دیا۔

مردنگ:

'مردنگ' کے حوالے سے ''گذشتہ لکھنؤ'' میں درج ہے:

'' اس کے بعد قدیم الایام ہی میں مردنگ نکلی جو غالباً سری کرشن جی کے زمانے میں موجود تھی اور ان کی بانسری کے نغمے کے ساتھ مردنگ کی گمک بھی جمنا کے کنارے برج کے جنگل میں سنی جاتی تھی۔ مردنگ کے بعد ترقی یہ ہوئی کہ پکھاوج بنی جو اعلیٰ موسیقی کا خوب ساتھ دیتی تھی۔'' ۳۱

اکرام چغتائی کے فرہنگ میں دیے گئے مفہوم کے مطابق 'مردنگ' ایک قسم کا شیشہ کا فانوس جس پر شمع کو روشن کر کے رکھ دیتے ہیں۔ فیروز اللغات میں یہ اضافی معنی بھی موجود ہیں۔ یہاں بھی اولین معنی کو نظر انداز کرنے کی روش ملتی ہے جس کی وجہ صرف اکرام چغتائی جانتے ہیں اور اس کا مناسب جواب بھی انہی کو زیبا ہے۔

منگہر:

اس کا معنی اکرام چغتائی نے 'ماگھ' لکھا ہے۔ 'ماگھ' دیسی مہینوں میں سے ایک مہینے کا نام ہے اور اس کی نسبت منگہر سے جوڑی گئی ہے۔ یہاں بھی اکرام چغتائی کی علمیت ایک بہت بڑے سوالیہ نشان کی صورت میں قارئین کے سامنے عیاں ہوتی ہے۔ 'گذشتہ لکھنؤ' کے متن میں یہ لفظ کئی جگہوں پر ملتا ہے۔ مثال کے طور پر:

''لوگ......ایک گھڑا باندھ دیتے ہیں۔ اس کے منگہر پر جھلی منڈھ کے......ان کے منگہڑوں پر عموماً سوہے کا کپڑا ناڑے سے بندھا ہوتا ہے اور جلوس میں ان سب گھڑوں کے آگے چاندی کی ایک دہی کی مٹکی رہتی ہے......جھجریاں بھی ویسی ہی نازک اور سبک ہیں۔ ان کا پیٹ تو صراحیوں کے مثل ہوتا ہے مگر اس کے اوپر بھی گردن کے عوض ایک منگہڑ لگا دیا جاتا ہے۔''۳۲

درحقیقت یہ لفظ منہ + گھڑا (منگہڑا) ہے جس کا سیدھا سا مطلب گھڑے کا منہ ہے۔

ہڑک:

فرہنگ کے الفاظ میں سے ہمارے منتخب کردہ الفاظ میں سے یہ آخری لفظ ہے۔ بیسیوں الفاظ بخوفِ طوالت حذف کر دیے گئے ہیں۔ یہاں بھی مدون موصوف نے دو مختلف الفاظ اور مختلف التلفظ کو غلط سمجھا ہے۔ ہڑک ہندی میں چھوٹے ڈھول کو کہتے ہیں جس کی ارتقائی شکل ڈفلی سے ملتی جلتی ہے بعد میں یہی لفظ مداریوں کی ڈگڈگی کے لیے مخصوص ہو گیا۔ لیکن لکھنؤ میں کہار کسی سواری کو لے کر جاتے تو ڈگڈگی بجا کر راستہ لینے کی استدعا کرتے۔ ان کے اس آلہ صوت کے لیے ہڑک کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا اور متن میں بھی یہی معنی مقصود تھے۔ شرر ایک طرح کے اگالدان کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ان کی قطع کہاروں کی ہڑک یا مداری کی ڈگڈگی کی سی ہوتی ہے۔''۳۳

چغتائی صاحب نے ہڑک کی بجائے ہڑک (ہ مفتوح یا مکسور اور ڑ مفتوح) جو باولے کتے سے متعلق ہے، پر زور دیا ہے جس سے منشائے مصنف کو زبردست زک پہنچتی ہے۔

مذکورہ بالا اغلاط کا انتخاب مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق ہے۔ فرہنگ میں ایک اور قابل توجہ عنصر یا پہلو ایسے الفاظ کا موجود ہونا بھی ہے جو متن میں سرے سے موجود ہی نہیں۔ یقیناً ان کی تعداد زیادہ ہو گی لیکن چند ایک کا ذکر یہاں ضروری ہے ان میں تلنگہ، بعقہ، بکیاں، کشوری وغیرہ شامل ہیں۔ فرہنگ میں ان الفاظ کی شمولیت پر مستزاد ستم یہ ہے کہ ان کے مفاہیم انتہائی غلط یا مجہول درج کیے گئے۔

ایک اور نکتہ جس کا تعلق فرہنگ اور حواشی سے ہے اس کا ذکر بھی ضروری ہے۔ مدون موصوف نے ایک لفظ کا جو مطلب متن کے حاشیے میں دیا، اسی لفظ کا فرہنگ میں مطلب تبدیل کر دیا۔ جس سے قاری کے لیے اذیت ناک

صورت حال پیدا ہوگئی کہ وہ مطلب برآوری کے لیے مفہوم سے رجوع کرے۔صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے:

لفظ ''کوکا'' کے معنی فرہنگ میں باریک کیل کے ہیں جب کہ حاشیے میں اس لفظ کی وضاحت میں اکرام چغتائی لکھتے ہیں: ''کوکا (ہندی) جب ایک عورت اپنے مالک کے نومولود کو دودھ پلاتی ہے تو اس کا اپنا حقیقی بچہ دوسرے دودھ پینے والے بچے کا کوکا بھائی کہلاتا ہے۔''۳۴

یہی حاشیہ 'گذشتہ لکھنؤ' کے انگریزی ایڈیشن میں یوں ہے:

"Hindi KOKA.When a wet-nurse gave her milk to the infant of an employer,her own son became a KOKA brother to the child."35

یہ بات ایک عام قاری کی بھی سمجھ میں آسانی سے آجائے گی کہ مدون نے انگریزی حاشیے کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ہندی کے رضائی بھائی والے مفہوم سے صرف نظر کرتے ہوئے ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی مزید وضاحت کرتے ہیں۔انہی کے الفاظ دیکھیے:

> ''' یہ کوکا 'دراصل' کوکہ ' ہے اور ہندی نہیں ترکی ہے۔یہ مخفف ہے کوکلتاش کا اور اس کی آخری "ہ " نسبتی ہے۔اردو املا میں عموماً 'ہ 'اور 'الف 'میں فرق ملحوظ نہیں رکھا جاتا اور انگریزی میں تو دونوں کو حرف 'اے (a) 'سے لکھا جاتا ہے۔''۳۶

ایسی امثال 'گذشتہ لکھنؤ' کی تازہ تدوین میں اور بھی تلاش کی جاسکتی ہیں لہٰذا ایسی تدوینی وتحقیقی اسقام کسی اور زیرک محقق کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی نے جس دقتِ نظری سے اس تازہ تدوین کا پوسٹ مارٹم کیا ہے یہ تحریر اس کا عشرِ عشیر قرار دی جاسکتی ہے۔اس قصہ طولانی کو سمیٹتے ہوئے صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ جہاں چغتائی صاحب نے سابقہ اشاعتوں کے برعکس تازہ اشاعت میں فرہنگ کا اہتمام کر کے اچھا کام کیا وہیں اپنی سستی اور لاپرواہی سے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اکرام چغتائی نے:

> ''کتاب کے متن کو تو طاقِ نسیاں پر رکھا اور لغت کی کتابیں دیکھ کر جو بھی انٹ شنٹ معنی نظر آئے نقل کرڈالے۔یہ بھی نہیں سوچا کہ ان کی کچھ تک بھی بنتی ہے یا نہیں۔ حد یہ ہے کہ حاشیے میں ایک لفظ کی کچھ اور تشریح کی اور فرہنگ میں اس کے کوئی اور معنی درج کر دیے......مختصر یہ کہ اس فرہنگ کی تیاری میں چغتائی صاحب نے جس فراخ روی اور بالا دوی کا مظاہرہ کیا ہے اس نے اسے ایک چیستان بنا کر رکھ دیا ہے۔کہنا تو یہ بھی تھا کہ انھوں نے وہ بہت سے الفاظ، جن پر حاشیے نہیں دیے تھے،فرہنگ میں بھی فراموش کر دیے ہیں لیکن اب اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ اچھا ہی ہوا۔''۳۷

حواشی:

۱۔ فیروزالدین،مولوی (مرتب)، فیروز اللغات اردو (لاہور: فیروز سنز، ۲۰۰۵ء)ص ۱۲۱۸
۲۔ حقی، شان الحق (مرتب)،اوکسفرڈ انگلش اردو ڈکشنری (لاہور:اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۵ء) ص۴۲۲
۳۔ احمد دہلوی،سید (مرتب)،فرہنگ آصفیہ،(طبع اول) (لاہور:اسلامیہ پریس،۱۸۹۸ء)ص ۱۹۲
۴۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر (مرتب)،قومی انگریزی اردولغت (اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۹۲ء)
۵۔ گیان چند،ڈاکٹر،تحقیق کا فن،(اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۲۰۰۳ء)ص ۴۶۰
۶۔ مظہر محمود شیرانی، ڈاکٹر، گذشتہ لکھنؤ کی تازہ اشاعت مرتبہ: محمد اکرام چغتائی مشمولہ: تحقیق، لاہور: کلیہ علوم شرقیہ پنجاب یونی ورسٹی، جلد۳۰ جنوری، مارچ، ۲۰۰۹ء، شمارہ ۴۷ ص ۶۰
۷۔ ایضا،ص ۶۰
۸۔ اکرام چغتائی (مرتب)،گذشتہ لکھنؤ ازعبدالحلیم شرر، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۶ء)ص ۱۶۹
۹۔ ''تحقیق''شمارہ نمبر ۴۷ محولہ بالا،ص ۶۱
۱۰۔ فیروز اللغات،محولہ بالا،ص ۱۴۵
۱۱۔ گذشتہ لکھنؤ،محولہ بالاص ۲۴۶
۱۲۔ فیروزالدین،مولوی (مرتب)، فیروز اللغات اردو،محوالہ بالا،ص ۱۴۵
۱۳۔ ''تحقیق''، شمارہ نمبر ۴۷،محولہ بالا،ص ۶۳
۱۴۔ ایضاً
۱۵۔ عبدالمجید (بی۔اے)،خواجہ (مرتب)، جامع اللغات (لاہور:اردو سائنس بورڈ،۱۹۸۹ء)ص ۵۷۰
۱۶۔ گذشتہ لکھنؤ،محولہ بالا،ص ۱۷۰
۱۷۔ ایضاً،ص ۳۰۴
۱۸۔ نیر،نورالحسن (مرتب)، نوراللغات (اسلام آباد:نیشنل بک فاونڈیشن،۲۰۰۶ء)ص ۱۱۴۸
۱۹۔ تحقیق شمارہ نمبر ۴۷،محولہ بالا،ص ۶۵۔۶۴
۲۰۔ ایضاً،ص ۶۵۔۶۶
۲۱۔ گذشتہ لکھنؤ،محولہ بالا،ص ۱۷۶
۲۲۔ ایضاً
۲۳۔ ''تحقیق''،شمارہ نمبر ۴۷،محولہ بالا،ص ۶۹
۲۴۔ ایضاً،ص ۷۰

۲۵۔ ایضاً
۲۶۔ گذشتہ لکھنؤ، محولہ بالا، ص ۲۲۲
۲۷۔ فیروز اللغات، محولہ بالا ص ۱۰۳۰
۲۸۔ گذشتہ لکھنؤ، محولہ بالا، ص ۲۲۰
۲۹۔ تحقیق شمارہ نمبر ۴۷ محولہ بالا، ص ۷۳
۳۰۔ گذشتہ لکھنؤ، محولہ بالا، ص ۲۸۲
۳۱۔ ''تحقیق'' شمارہ نمبر ۴۷، محولہ بالا، ص ۱۸۷
۳۲۔ ایضاً، ص ۱۷۱، ۲۸۴، ۳۱۹
۳۳۔ گذشتہ لکھنؤ، محولہ بالا، ص ۳۱۰
۳۴۔ ایضاً، ص ۲۵۲
۳۵۔ ''تحقیق'' شمارہ نمبر ۴۷، محولہ بالا، ص ۷۷
۳۶۔ ایضاً، ص ۷۷
۳۷۔ ایضاً، ص ۷۸، ۷۷